اسلامی کلچر کیا ہے؟

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

لاہور میں بین الاقوامی مجلس مذاکرہ میں اس موضوع پر ایک مقالہ ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب، پروفیسر، پنجاب یونیورسٹی کا پیش ہوا جس کی عربی زبان کی کاپی میرے سامنے ہے۔ اس کے ابتدائی سطور حسب ذیل ہیں:

كَانَ الْاِسْلَامُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ دِيْنًا اَدّٰى فِيْمَا بَعْدُ اِلٰى نَشُوْءِ دَوْلَةٍ ثُمَّ حَضَارَةٍ تَكَوَّنَتْ خِلَالَ قُرُوْنٍ طَوِيْلَةٍ وَاَخَذَتْ لَهَا صِبْغَةً خَاصَّةً تَحْتَ تَاْثِيْرِ التَّعَالِيْمِ الْاِسْلَامِيَّةِ وَهٰذَا مَا نُسَمِّيْهِ بِالثَّقَافَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ۔

اسلام سب سے پہلے تو ایک دین تھا جو بعد میں ایک سلطنت کے پیدا کرنے کا باعث ہوا اور پھر ایک تمدن کا جس کی صدیوں کی طویل مدت میں تشکیل ہوئی اور اس نے تعلیمات اسلامی کے اثر کے ماتحت اپنا ایک خاص رنگ اختیار کیا۔ اسی کو ہم ''اسلامی کلچر'' کہتے ہیں۔

اس میں یہ جو تین درجے قائم کئے گئے ہیں۔

(۱) اسلام سب سے پہلے دین تھا۔

(۲) پھر بعد میں وہ ایک سلطنت کے پیدا کرنے کا باعث ہوا۔

(۳) پھر اس نے ایک تمدن کو پیدا کیا جس کی صدیوں میں تشکیل ہوئی اور تعلیمات اسلامیہ کے ماتحت اس کا ایک خاص رنگ رہا۔

اس کا ہر جز بحث طلب ہے۔

''سب سے پہلے دین تھا''۔ سوال یہ ہے کہ یہ دین صرف انفرادی زندگی سے متعلق تھا یا اس میں اجتماعی زندگی کے اصول بھی تھے؟ بین الاقوامی روابط بھی تھے اور امن وامان کی ضمانت رکھنے والے ہدایات بھی تھے؟

اگر یہ سب کچھ تھا تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ بعد میں ایک سلطنت کے قیام کا باعث ہوا۔ اگر سلطنت کے تمام مفادات اسی دین کے اندر مضمر تھے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ اس دین کے قیام کے ساتھ ہی ساتھ ایک حکومت عادلہ کا بھی قیام ہو گیا جس کے سربراہ خود پیغمبر اسلامؐ تھے اور اگر اس دین کا تعلق اجتماعی زندگی سے کچھ نہ تھا بلکہ وہ صرف تعلقات بین الخالق والمخلوق کا کفیل تھا جو مذہب کا مفہوم یورپ کے یہاں ہے کہ وہ انسان کی شخصی زندگی سے متعلق ہے اور یہی مطالبہ روس اور تمام موجود ممالک میں مسلمانوں سے رہا ہے کہ وہ اسلام کو اپنی شخصی زندگی میں محدود رکھیں۔ اگر پروفیسر صاحب کے نزدیک اسلام کی حقیقت بس یہی ہے تو پھر بعد میں جو دولت (سلطنت) قائم ہوئی اس کا اسلام کے اصول سے کیا ربط ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دولت مسلمانوں نے قائم کی مگر اسے اسلام کی طرف منسوب کرنے کا کیا مطلب ہے جب کہ اسلام کو دولت کے حدود عمل سے کوئی

تعلق ہی نہیں ہے۔

پھر اس سلطنت کے نتیجہ میں صدیوں کی طویل مدت کے اندر جس تمدن کی بنیاد پڑی اس تمدن کو مطلق طور پر اسلامی تمدن کیونکر کہہ سکتے ہیں اور پھر جب کہ اسلامی تعلیمات نظام اجتماعی سے تعلق ہی نہ رکھتے تھے تو اس تمدن میں جس کی صدیوں کی مدت میں تشکیل ہوئی تعلیمات اسلامی کا اثر کس طرح نمودار ہوا۔

جب کہ وہ تعلیمات عہد رسالت ہی میں مکمل تھے اور اس تمدن نے صدیوں کی طویل مدت میں نشوونما پائی تو اس تمدن کو آس پاس ممالک کے قومی خصوصیات کا نتیجہ کیوں نہ سمجھا جائے اور اسے اسلام کے سر منڈھ کر ''اسلامی کلچر'' کے نام سے کیوں موسوم کیا جائے؟

اپنے نقطۂ نظر کی مزید تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے الگ الگ تین منزلیں قائم کی ہیں:

پہلے جماعت اسلامی کا پیدا ہونا۔

دوسرے اسلامی حکومت کا قائم ہونا۔

تیسرے اسلامی تمدن کی پیدائش۔

پہلی منزل میں وہ لکھتے ہیں:

لَقَدْ اَقَامَتْ تَعَالِيمُ الرَّسُوْلِ جَمَاعَةً مُسْتَقِلَّةً نِظَامُهَا الْخَاصُ فِيْ تَشْرِيعِهٖ وَالْاِدَارَةِ وَالْحُكْمِ وَكَانَ هَذَا النِّظَامُ قَائِمًا عَلَى التَّعَالِيمِ الدِّيْنِيَّةِ مُخَالِفًا النِّظَامَ الْعَرَبِ قَبْلَ الْاِسْلَامِ الَّذِیْ كَانَ قَائِمًا عَلَى اَسَاسِ الْعَصَبِيَّةِ الْقَبِيلِيَّةِ۔

''پیغمبرؐ اسلام کے تعلیمات نے ایک مستقل جماعت قائم کردی جس کا اپنے قانون اور انتظام اور حکمرانی میں ایک خاص نظام تھا اور یہ نظام دینی تعلیمات پر قائم تھا اور اس طرح عربوں کے قبل اسلام والے اس نظام سے مختلف تھا جو قبائلی تعصب کی بنیاد پر قائم تھا۔''

اس سے یہ بات تو صاف ہوگئی کہ اسلام کوئی ویسا مذہب نہیں جو اجتماعی زندگی سے الگ تھلگ رہے بلکہ اس کا شروع سے خود قانون بھی ہے، ملکی انتظام (Executive) اور فوجداری کے تعزیرات وغیرہ سب کے اصول اور آئین (Constitution) بھی اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دینی تعلیمات پر قائم ہے۔

پھر جب ایسا ہے تو شروع سے اس کی ایک حکومت اور اس کا خاص ایک کلچر کیوں نہ مانا جائے۔ حکومت ایسی جو اُن حکومتوں سے مختلف ہے کہ جو کسی شخصی یا جماعتی یا قبائلی یا جمہوری اقتدار کی بنا پر قائم ہوتی ہیں اور کلچر بھی ایسا جس میں مادی زیب و زین پیش نظر نہیں ہے بلکہ صلاح و تقویٰ پیش نظر ہے۔ اسی حکومت کو اسلام میں معیار حکومت کے لئے اور اسی کلچر کو اسلامی کلچر سمجھنے کے لئے معیار قرار دینا چاہئے۔

اب اگر مسلمانوں ہی کی حکومت ہو مگر وہ آئین و نظام کے اعتبار سے اس حکومت کے مطابق نہ ہو تو وہ غیر اسلامی حکومت ہے اور اگر مسلمانوں کے عادات و خصائل اور معاشرت میں ایسے اجزاء آجائیں جو اس اولین کلچر سے اصولی طور پر مختلف ہیں تو وہ غیر اسلامی کلچر ہے، چاہے اس کے اختیار کرنے والے مسلمان کیوں نہ ہوں۔

دوسری منزل میں ارشاد ہوتا ہے:

مِنْ هَذِهِ الْجَمَاعَةِ الْمُسْلِمَةِ فِي الْمَدِيْنَةِ نَشَأَتِ الدَّوْلَةُ الْاِسْلَامِيَّةُ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلْعَمْ زَعِيمُهَا الدِّيْنِيَ كَمَا كَانَ رَئِيسُ اِدَارَتِهَا الْمَدَنِيَّةِ وَقَاضِيهَا الْاَكْبَرُ الَّذِیْ يَحْكُمُ وَيَفْصِلُ فِي الْقَضَايَا وَالْخِلَافَاتِ الَّتِیْ تَعْرِضُ

عَلَیہِ کَمَا کَانَ بِجَانِبِ ذٰلِکَ قَائِدُھَا الْحَرَبِیْ۔

(اس اسلامی جماعت سے مدینہ میں آکر اسلامی حکومت پیدا ہوئی اور پیغمبرؐ اس کے دینی پیشوا تھے جس طرح اس کے ملکی ادارہ کے سربراہ بھی، اور سب سے بڑے قاضی بھی تھے۔ جو مقدمات اور پیش آمدہ اختلافات کا فیصلہ کرتے تھے جس طرح اس سب کے پہلو بہ پہلو آپ اس کے جنگی قائد بھی تھے۔)

جب کہ پہلی منزل میں جب جماعت اسلامی کی تشکیل ہوئی تھی یہ کہا جاچکا ہے کہ لَھَا نِظَامُھَا الْخَاصُ فِیْ تَشْرِیْعِہٖ وَ الْاِدَارَۃِ وَ الْحُکْمِ۔ (یعنی) قانون انتظام ملکی اور فیصلہٗ قضایا میں اس کا ایک خاص نظام تھا تو حکومت میں کیا کمی تھی جو مدینہ منورہ میں آکر پوری ہوئی؟ کیا مدینہ میں آنے کے بعد کوئی تاج پوشی ہوئی؟ کیا کوئی تخت نشینی ہوئی؟ کیا رسولؐ نے اپنے لئے نبی اور رسولؐ کے علاوہ ظل اللہ کی قسم کا کوئی لقب اختیار کیا؟ جب یہ کچھ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں آکر دین نے دولت کی شکل اختیار کرلی؟

اس کے علاوہ اگر یہ مانا جائے کہ مکہ معظّمہ میں پیغمبرؐ کی حیثیت صرف نبی اور رسولؐ کی تھی اور مدینہ میں آکر حاکم ورئیس کی حیثیت ہوگئی تو سوال یہ ہے کہ اس حکومت کے لئے آپ کا انتخاب کیا مسلمانوں کے اختیار سے ہوا؟ کیا کوئی مجلس شوریٰ مرتب ہوئی؟ کیا مسلمانوں کا کوئی جلسہ ہوا؟ کیا رائے شماری ہوئی۔

جب یہ کچھ نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو یہ کیوں نہ مانا جائے کہ نظام اسلام میں حکومت کا منصب قیادت دینی سے الگ کوئی نہیں ہے۔ اس لئے جو خالق کی طرف سے قیادت دینی کے لئے بحیثیت نبیؐ ورسولؐ مقرر کیا گیا تھا وہ اسی کے نتیجہ میں جب دائرہ عمل وسیع ہوا تو حاکم مملکت کی حیثیت سے بھی کارفرما ہوگیا اور قائد جیوش کی حیثیت سے بھی میدان میں آگیا۔

یہی اسلام میں دین ودنیا کے امتزاج کا اصولی تقاضا ہے اور اسی پر اسلام کے دور اساسی میں عمل ہوا۔

اس کے بعد کبھی اگر مسلمانوں میں دین ودنیا کی تقسیم ہوگئی کہ کوئی مسائل فقہیہ میں مرجع ہو، کوئی قاضی احکام ہو، کوئی حاکم مملکت ہو اور کوئی قائد جیوش، تو ماننا چاہئے کہ یہ تقسیم اسلام کے نظام اساسی کے خلاف ہے۔ جس طرح انتخاب کو عوام کے اجماع یا شوریٰ سے وابستہ کرنا اصول اساسی کے خلاف ہے جس کی بناء پر کسی ایسی حکومت کو جو اس طرح قائم ہو مسلمانوں کی حکومت کہا جاسکتا ہے مگر واقعتہً اسلامی حکومت نہیں سمجھا جاسکتا۔

وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے اس حکومت کے اساسی اصول کو اس آیت میں بیان کیا ہے کہ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً۔ (سورۂ نساء)

مگر سوال یہ ہے کہ کیا رسولؐ کی اطاعت مسلمانوں پر مدینہ ہی میں آکر واجب ہوئی؟ کیا مکہ میں یہ اطاعت واجب نہ تھی؟

یہ اطاعت مطلقہ تو خدا اور رسولؐ کی بمقتضائے دین ہر فرد مومن پر واجب ہے اُسے ملک وسلطنت سے کیا واسطہ؟

پھر جب کہ اللہ کی اطاعت ذاتاً واجب ہے، اس میں ہمارے اختیار کو دخل نہیں ہے اور رسولؐ کی اطاعت منجانب اللہ واجب ہے اس میں ہمارے اختیار کو دخل نہیں تو اولی الامر کو کیوں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کا تقرر ہمارے ہاتھ میں ہے بلکہ یہی سمجھنا چاہئے کہ ان کا تقرر بھی خدا اور رسولؐ کی طرف سے

ہوگا، ہمارے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَاخْتَفَظَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّؐ بِهٰذِهِ السُّلْطَانِ جَمِیْعَهَا بِاسْتِثْنَاءِ النُّبُوَّةِ۔

''رسولؐ کی وفات کے بعد خلفاء نے نبوت کے سوا ان تمام قسم کے اختیارات کو اپنے لئے محفوظ رکھا۔

لیکن یہ اختیارات پیغمبرؐ کو تو بمقتضائے نبوت حاصل ہوئے تھے، پھر وہ خلفاء کی طرف کس طرح منتقل ہوئے؟ اس کے علاوہ یہ بر بنائے واقعہ ہے بھی غلط۔ خلفاء کے دور میں تو امیر مملکت، مفتی شریعت، قاضی احکام اور قائد جیوش کے الگ الگ منصب ہو کر ان اختیارات کو تقسیم کر دیا گیا اور ایک وقت تو شریعت و قضاء کو تابع سیاست دنیا بنا دیا لیکن یہ سب باتیں روح اسلامی کے بالکل خلاف تھیں۔

ممکن ہے انھیں فرقہ وارانہ سوالات قرار دیا جائے لیکن اگر ایسے مشترک کلوکیم (Colloquim) میں ایسے اختلافی نقطۂ نظر کا اظہار فرقہ واریت نہیں ہے تو اس پر ایراد کیوں فرقہ واریت سمجھا جائے۔

اور سنیے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

''اسلام نے عربوں کو پہلے تو دین کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا، پھر ان میں ایک سیاسی اتحاد پیدا کیا جس نے ان میں اپنے اوپر اعتماد پیدا کیا اور انھیں آمادہ کیا کہ وہ جزیرۃ العرب کے حدود سے آگے بڑھیں چنانچہ خلیفۂ دوم کے عہد میں انھوں نے شام، فلسطین، مصر، عراق اور ایران فتح کیا۔ پھر اموی خلیفہ ولید کے عہد میں از سر نو حملہ شروع کیا گیا تو اندلس سندھ اور ماوراء النہر فتح کئے''۔

اس عبارت میں دوستی کے پردے میں اسلام کے مخالف اتنے جراثیم ہیں جن کی توقع کسی دشمن ہی سے کی جا سکتی ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام فقط عرب قومیت کو فروغ دینے اور انھیں تمام دنیا پر مسلط کرنے کے لئے آیا تھا اور دین کا نام فقط ان کی تنظیم کا ذریعہ اور انھیں منظم کر کے فتح ممالک کا ایک بہانہ تھا جو بالکل واقعہ کے خلاف ہے۔

اس نے دین کے جھنڈے کے نیچے فقط عرب کو جمع کیا؟ اور شروع ہی سے سلمان فارسی کو اتنی عزت دے کر جو بہت سے عربوں کو حاصل نہیں تھی۔ کیا عرب اور غیر عرب کو ایک کرنے کا پیغام نہیں دیا؟ بلال حبشی کو اتنی فوقیت دے کر کیا رنگ کے امتیاز کو ختم نہیں کیا؟ صہیب رومی کو جماعت میں شامل کر کے کیا مشرق و مغرب تک کے فرق کو نہیں مٹایا؟ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اس نے عرب کو دین کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا اور پھر ان کی سیاسی تنظیم کر کے ان میں فتح ممالک کا ولولہ پیدا کیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دین اسلام نے تمام عالم انسانی کے لئے ایک متحدہ قومیت کا سنگ بنیاد رکھا تھا جس کے ایک جُز کی حیثیت سے عربوں کی بھی تنظیم ہو گئی اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے صالح عناصر جذب ہو ہو کر شریک ہو رہے تھے جس سے پیغمبرؐ اسلام نے اپنی حیات میں ایک مشترک انسانی جامعہ (A common human communion) کی تشکیل کر دی تھی جس کے سربراہ وہ خود تھے اور سب بحیثیت ایک زعیم دین کے آپ کی اطاعت کرتے تھے جو اس اطاعت سے بدر جہا زیادہ تھی جو کسی ملک کی رعایا اپنے بادشاہ کی کرتی ہے۔ اس نے سلطنت کے مفادات کو بدرجۂ اتم پورا کر کے بادشاہیت اور شہنشاہیت کے تخیلات کو بے ضرورت اور دور

ازکار بنادیا تھا۔

اگر یہ دھارا اسی سمت میں بہتا رہتا تو اسلامی فتوحات کا انداز مختلف ہوتا۔ وہ ممالک پر قبضہ نہ کرتا بلکہ اہل ممالک کی تبدیل ماہیت کر کے نہ صرف جغرافیائی خطوط مملکت کو محو کرتا بلکہ درمیان کے قومی، نسلی، اور مملکتی تعصبات کے تخیلی انقسامات (Hypothetical Divisious / काल्पनिक बंटवारों) کو بھی مٹادیتا اور ایک وقت عرب وعجم کی تفریق ہی ختم ہوجاتی جس میں فاتح اور مفتوح کا کوئی تصور بھی پیدا نہ ہوتا مگر اسلامی تنظیم میں کچھ عناصر جو روح اسلامی کو اپنے دل میں جگہ دیئے بغیر صرف سیاسی وجوہ سے شامل ہوگئے تھے انھوں نے حضرت پیغمبرؐ خدا کے بعد اسلامی تنظیم کا لباس پہنا کر دوسرے اقوام کو مغلوب ومفتوح بنانے کے منصوبے بنا لئے جس نے اسلامی ملک کو مادی حیثیت سے بہت وسیع کیا اور سطحی فوائد عارضی طور پر بہت حاصل کئے مگر اسلام کے حقیقی مفاد اور عالم انسانی میں اس کی فطری مقبولیت کو اتنا بڑا نقصان پہنچایا جس کی تلافی ناممکن ہے اور دوسرے اقوام کے لئے دین اسلام کے قریب آنے کی راہ میں ایک بڑی ذہنی دیوار حائل کردی جسے ڈاکٹر صاحب کے ایسے اسلام کے ناداں دوست اسلام کی غلط ترجمانی سے وقتاً فوقتاً اونچا کرتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

''اسلام کی چڑھائی ان ملکوں پر تخریبی نہ تھی بلکہ یہ ایک ایسی چڑھائی تھی جو وہاں کے موجودہ تمدن کو باقی رکھنے والی اور اس کے تحفظ اور حمایت پر آمادہ کرنے والی تھی''

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام ان کی ہر چیز کو باقی رکھنے کا ذمہ دار تھا تو پھر یہ چڑھائی ہوتی کاہے کے لئے تھی؟

فرض کیجئے وہاں کی تہذیب میں مشرکانہ رسمیں تھیں تو کیا اسلام ان کی حمایت وحفاظت کا بھی کفیل تھا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس چڑھائی سے ان کو کوئی پیغام پہنچانا اور ان کی زندگی میں کوئی انقلاب پیدا کرنا مقصود نہیں ہوتا تھا تو پھر کہئے کہ اپنی جوع الارض (Hunger of the land / भूमि की भूख) کو تسلی دینا اور غلبہ واقتدار کی پیاس کو بجھانا تھا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ

ڈاکٹر صاحب سرخی قائم کرتے ہیں:

اَلثَّقَافَۃُ الْاِسْلَامِیَّۃُ مَزِیْجَۃٌ۔

یعنی اسلامی کلچر مخلوط شے ہے اور اس کے تحت میں لکھتے ہیں کہ اسلامی کلچر کا خاص امتیاز یہ ہے کہ بہت سی تہذیبوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے تحت میں پھر سرخی ہے کہ ''وہ اجزاء اور موثرات جنھوں نے اسلامی کلچر کی تشکیل کی'' اس میں:

(الف) مختلف اقوام عرب، ایرانی، ترک، بربر، وغیرہ

(ب) مذہبی جماعتیں مسلمان، عیسائی، یہودی، صائبہ، حران۔

(ج) قدیم دنیا کا متروکہ، یونان، فارس اور ہندوستان۔

اسی طرح کیا وہ قول صحیح نہیں ہوجاتا جسے اسی کلوکیم میں ایک مقرر نے پنڈت نہرو کی زبانی نقل کر کے اس کی بڑی سختی کے ساتھ رد کی کہ ''اسلام کا کوئی خاص کلچر نہیں ہے''

ڈاکٹر صاحب نے برائے بیت کہنے کو کہہ دیا ہے کہ

''اس کلچر میں دو چیزوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے:

ایک دین اسلام اور دوسرے عربی زبان۔

چنانچہ عربی نے زیادہ ان زبانوں پر اثر ڈالا جو ممالک اسلامیہ میں مستعمل تھیں جیسے فارسی اور ترکی اور اردو اور سواحلی اور ملادی ان زبانوں نے صرف عربی خط کو قبول نہیں کیا بلکہ بہت سے الفاظ وتعبیرات بھی لئے۔''

مگر اس کے بعد انھوں نے اسلامی کلچر پر ایران کے اثر کی جو تفصیل بیان کی ہے اس میں کہتے ہیں کہ

یہ اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں میں طعام، لباس، موسیقی اور درباری اجتماعات میں نمایاں ہے۔

اول تو یہ بات عالم اسلامی کے تمام نقاط میں کلیۃً (In toto) درست نہیں ہے مثلاً ہندوستان میں یو۔پی۔ میں بے شک ایران کا اثر نمایاں ہے مگر پنجاب، سندھ، بنگال، مدراس وغیرہ میں طعام ولباس اور دیگر اطراف حیات میں یہ اثر بالکل مفقود ہے بلکہ پنجابی مسلمان اپنے غذا ولباس وغیرہ میں پنجابی ہندو سے اور سندھی مسلمان اپنے غذا ولباس اور رہن سہن کے طریقوں میں سندھی ہندو سے اور بنگالی مسلمان ان باتوں میں بنگالی ہندو سے اور مدراسی مسلمان مدراسی ہندو سے، بہت کم مختلف ہیں۔

یو۔پی۔ میں ایرانی اثرات اس لئے زیادہ نمایاں ہیں کہ یہاں کے مسلمان گھرانے عموماً ایران سے ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں اس لئے ان میں جو ایرانی اثرات ہیں وہ ایرانی نسل کے کلچر کی نشانی ہیں۔

جس طرح دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کا جو تمدن ہے وہ ان کے قدیمی نژاد کے اثرات میں سے ہے۔ اسے اسلام سے کیا علاقہ ہے جو اسے ''اسلامی کلچر'' کے اجزاء میں داخل کیا جارہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اس فہرست میں موسیقی کو بھی داخل کیا جارہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی کلچر کی نشان دہی میں آپ کے نزدیک ان حدود و قیود کی بھی ضرورت نہیں ہے جو دین اسلام نے مامورات ومنہیات کے ذریعہ سے عائد کئے ہیں تو پھر اسلامی کلچر کی تشکیل میں دینی گروہوں کے نام کیوں لئے گئے ہیں بلکہ اسی میں مشرکین کو بھی داخل کیجئے جن کے تصورات کی بیخ کنی کے لئے اسلام آیا تھا مگر یہ واقعہ ہے کہ ہر ملک کے مسلمانوں کی اکثریت میں وہاں کی مشرک جماعتوں کے بھی بہت سے رسم ورواج داخل ہوئے ہیں ہندوستان میں کتنے مسلمان ہیں جو ہولی دیوالی کی رسمیں کرتے ہیں بلکہ یہاں کے بادشاہوں نے بھی ان میں حصہ لیا ہے۔ شادی بیاہ میں کتنی رسمیں ہیں جو ہندوؤں کے یہاں سے ہندوستانی مسلمانوں میں آئی ہیں اور اسی طرح مختلف تقریبات میں کتنی نشانیاں ملکی کلچر کی پائی جاتی ہیں یہ سب چیزیں پھر اسلامی کلچر کے عناصر ترکیبی میں داخل ہوں گی۔

لکھتے ہیں کہ ''ترکوں کے اثرات حربی اور ادارتی پہلوؤں میں نمایاں ہیں اور ان کی شجاعت وبہادری نے اسلام کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے اور ترک خاندانوں نے سقوط بغداد کے عالم اسلامی کے بہت سے اجزاء پر حکومت کی ہے۔

اگر ان باتوں سے اسلامی کلچر میں دخیل ہونا ثابت ہوجاتا ہے تو پھر انگلستان، فرانس، اٹلی، بلکہ روس کو اسلامی کلچر کے تشکیلی عناصر میں کیوں نہیں درج کیا جاتا اس لئے کہ یہ عالم اسلامی کے بڑے بڑے حصوں پر صدیوں حکومت کر چکے ہیں' اور اب بھی بہت سے حصوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

یقیناً ان کے محکوم ممالک کے مسلمانوں میں غذا ولباس، معاشرت اور ہر شعبۂ زندگی میں ان کے اثرات بالکل نمایاں ہیں۔

اور سنیئے ارشاد ہوتا ہے:

اَمَّا الْبَرْبَرُ فَقَدْ قَضَیٰ الْعَرَبُ حَوَالَیٰ خَمْسِیْنَ عَامًا لِاِخْضَاعِہِمْ وَکَسْبِ صَدَاقَتِہِمْ وَبِمَسَاعَدَتِہِمْ اِسْتَطَاعَ الْعَرَبُ فَتْحَ الْاَنْدُلُسِ۔

رہ گئے بربری تو واقعہ یہ ہے کہ عربوں کو ان کے دبانے اور ان کی دوستی حاصل کرنے میں تقریباً پچاس برس لگے اور ان

ہی کی مدد سے عرب اندلس کو فتح کرسکے۔

تو اس سے کیا ہوا؟ اسلامی کلچر میں ان کا حصہ ہوگیا۔

تراث العالم القدیم، کے تحت میں ارشاد ہوتا ہے کہ عربوں نے نہ صرف قیصر وکسریٰ اور خاقان کے ممالک کو حاصل کیا بلکہ ایران وفارس اور ہندوستان کا فلسفہ اور وہاں کے علوم بھی لئے اور اس سبب سے عالم اسلامی میں نئی نئی عقلی اور تہذیبی تحریکیں اُٹھیں جیسے معتزلہ کی تحریک''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام خود اپنا نہ کوئی فلسفہ رکھتا ہے نہ اس کا خود کوئی عقلی سرمایہ ہے یہ سب اس کے پاس اموال غنیمت میں آیا ہے جسے اس نے مقبوضہ زمینوں کی طرح ہضم کرلیا ہے کیا اسلام کا کوئی دشمن اس کے سوا کچھ کہہ سکتا ہے پھر یہ کہ تاریخی طور پر بھی یوں غلط ہے کہ یونان وغیرہ کے فلسفے عربی میں زمانہ بنی عباس میں منتقل ہوئے ہیں اور معتزلہ کی تحریک اس کے پہلے موجود تھی۔

خاتمہ پر ہمارے پاکستانی ڈاکٹر صاحب نے بھارت کو بھی عزت بخش دی ہے کہ ہندوستان سے عربوں کے فلکیات اور طب اور ریاضت اور ہندسے لئے جو غلطی سے یورپ میں عربی ہندسے مشہور ہیں حالانکہ وہ درحقیقت ہندوستان سے ماخوذ ہیں۔

پورے مقالے کو ختم کرنے کے بعد حضرت دکتور نے یہ دوسطریں لکھی ہیں کہ:

''کلچر کے ان تمام مخلوط اجزاء کے ہوتے ہوئے۔

لَهَا خَصَائِصُهَا الَّتِی تُمَیِّزُهَا عَنْ غَیْرِهِمَا مِنَ الثَّقَافَاتِ وَالْحَضَارَاتِ۔

(پھر بھی اسلامی کلچر کے کچھ خصوصیات ہیں جو اسے دوسرے کلچروں اور تمدنوں سے ممتاز کردیتے ہیں۔)

لیجئے مقالہ ختم ہوگیا حالانکہ معقولات کا مشہور مسلمہ ہے کہ:

شَیْئِیَۃُ الشَّیْئِ بِصُوْرَتِہٖ لَا بِمَادَّتِہٖ۔

(ایک شے کی اصل حقیقت اس کی امتیازی صورت سے وابستہ ہے نہ کہ اس کے مادے سے کہ جس میں عموماً اشتراک ہوتا ہے۔)

اس لئے اسلامی کلچر پر جو تقریر ہو اس میں انہی امتیازی خصوصیات کا بیان ہونا چاہئے جو اسے دوسرے کلچروں سے ممتاز کرتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے پورا مقالہ صرف کردیا یا مادی اجزاء کے بیان میں اور جب امتیازات کے بیان کا وقت آیا تو خاموشی۔

بات یہ ہے کہ جو افراد اسلامی کلچر سے خود اپنی ذاتی زندگی میں وابستہ ہی نہیں ہیں وہ جب اسلامی کلچر پر تقریر کی زحمت فرمائیں تو اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے۔

صحیح نقطۂ نظر

جسے میں نے اس مذاکرہ کی تقریباً آخری تاریخ، برکت علی ہال کی اپنی تقریر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا، یہ ہے کہ عموماً جتنے کلچر ہیں سب مختلف اقوام وممالک میں ملکی ونسلی رجحانات کے ماتحت قائم ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات چونکہ ہر شعبہ پر حاوی ہیں لہٰذا اس کے ہدایات ان تمام شعبوں میں حلال وحرام کے قیود عائد کرتے ہیں لہٰذا کسی ملک یا قوم کے کلچر میں جہاں تک جائز وناجائز اور حلال وحرام کی پابندی کی جائے وہ کلچر اس ملک یا قوم کے خصوصیات کا حامل رہتے ہوئے بھی اسلامی کلچر ہوگا اور جب ان قیود کی پابندی نہ کی جائے تو وہ چاہے خالص عربی کلچر ہو مگر وہ غیر اسلامی ہوجائے گا۔

اس طرح اسلام کا کلچر تمام اقوام وممالک کے کلچر کا مدمقابل نہیں ہے بلکہ ان سب کو ایک صالح سانچہ میں ڈھالنے کا ذمہ دار ہے۔ والسلام

